

قارئین کرنا پسند کریں گے۔

”جناب رسول کریم محبت علیؑ کے مبالغے میں حق کو چھوڑ کر باطل کی جانب ہو جاتے تھے۔ اسلام کی بہتری کا خیال نہ رہتا تھا۔ مجھ میں اسلام کی ہمدردی آپؐ سے زیادہ تھی لہذا تحریر وصیت میں رکاوٹ بن گیا۔ حضورؐ کی یہ خواہش رضائے الہی کے برعکس تھی۔“ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معترلی ج ۳ ص ۹۷، تاریخ بغداد، احمد ابن ابی طاہر)

اب بتائیے باقی کیا رہ گیا؟ اس اقبال کے بعد مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں مگر ہم شمس العلماء شبلی نعمانی کے خیالات سے قارئین کو مستفید کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

”نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں۔ اور اسلام کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا۔ اکثروں کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ بعضوں نے زیادہ ہمت کی تو صرف معاشرت کی باتوں کو مستثنیٰ کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ تشوہی اور مذہبی نہیں ہوتے۔ اس مسئلہ کو جس قدر حضرت عمرؓ نے صاف اور واضح کر دیا کسی نے نہیں کیا۔ (خراج کی تشخیص، جزیہ کی تعیین، ام ولد کی خرید و فروخت) وغیرہ وغیرہ مسائل کے متعلق امام شافعیؒ نے اپنی کتابوں میں نہایت ادعا کے ساتھ احادیث سے استدلال کیا ہے اور ان مسائل میں جہاں حضرت عمرؓ کا طریق مختلف ہے بڑی دلیری سے ان پر قدح کی ہے لیکن امام شافعیؒ نے یہ نکتہ نظر انداز کیا کہ یہ امور منصب نبوت سے تعلق نہیں رکھتے۔ (الفاروق حصہ دوم ص ۲۰۸ اور ۲۰۹)

اس اقتباس سے ہمارا مدعا حاصل ہوا مگر توجہ طلب امر یہ ہے کہ حیات نبوی کی

نبوی و غیر نبوی حدود کا تعین و امتیاز کس پیمانہ سے کیا جاسکے گا۔ یہ کیسے معلوم ہو کہ کون امر نبوی حیثیت سے ہے اور کیا غیر نبوی ہے۔ یہاں خود علامہ شبلی اور امام شافعی کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا۔ ایک کا موقف ہے کہ یہ امور دائرہ نبوت میں ہیں جبکہ دوسرا کہہ رہا ہے کہ یہ باتیں نبوت سے باہر ہیں۔ اب ایسے اسلام کا جو اس عقیدہ سے پیدا ہو گا کیا اعتبار ہو گا؟ مسلمان ہوتے ہوئے بھی اقوال و افعال پیغمبرؐ کی مخالفت کرنے کی ممانعت نہ ہو گی۔ اس مذموم عقیدے پر بحث کرتے ہوئے ہمیں تین چیزوں پر خصوصی توجہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ (۱) نبوت (۲) محبت (۳) روح۔ مختصراً "گزارش ہے کہ نبوت کا بنیادی مقصد انسان اور خالق کے درمیان ایک رابطہ استوار کرنا یا سلسلہ قائم کرنا ہے۔ اس تعلق کا نتیجہ تزکیہ نفس ہے۔ تزکیہ کی وابستگی اخلاقیات سے ضرور ہے مگر تزکیہ نفس محض اخلاقیات میں منحصر نہیں کیونکہ بے ایمان اور کافر بھی اعلیٰ اخلاق کا حامل ہو سکتا ہے۔ لیکن ایمان دار صاحب اخلاق اور کافر خلیق میں بہت فرق ہو گا۔ اس لئے کہ حقیقی تزکیہ نفس کے لئے ضروری ہے کہ اول روح موثر ہو اور روح موثر نہیں ہو سکتی ہے مگر روح کے ذریعے۔ اور وہ روح جو لوگوں کی روح کو متاثر کر کے تزکیہ نفس کا باعث ہوتی ہے وہ روح نبی کی ہوتی ہے اور ایک روح کو دوسری سے محض محبت کے ذریعے سے مربوط کیا جاسکتا ہے۔ بغیر محبت کے ایک روح دوسری روح پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے رسولؐ سے محبت کرنے کا صریح حکم دیا ہے۔ اور اپنی محبت کو اپنے رسولؐ سے پیوستہ کر دیا ہے۔ محبت کس کو کہتے ہیں اور محبت کے شرائط کیا ہیں یہ ایک طویل بحث ہے مختصراً "یہ ہے کہ اصلی محبت کی ایک شناخت یہ ہے کہ اگر عاشق پر معشوق کا رنگ نہ چڑھے اور اس میں معشوق کی صفیتیں پیدا نہ ہوں تو سمجھ لو یہ محبت ناقص ہے۔ اگر محبت اصلی اور حقیقی ہے تو جتنا اعلیٰ صفات والا محبوب ہو گا اتنا ہی صفات کا

رنگ حبیب پر چڑھے گا۔ ایک روح کا دوسری روح پر کتنا اثر ہوتا ہے۔ یہ اثر لینے والی روح کی اہلیت اور ظرف پر منحصر ہے۔ اثر دینے والی روح کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اثر دینے والی روح کی قوت کے مطابق اثر ہوا کرتا تو روح القدس کا اثر فوراً تمام عالم پر چھا جاتا۔ اسی لئے ضرورت ہوئی کہ محبت کامل پیدا کی جائے تاکہ اثر حتمی ہو۔ کامل محبت کی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ محبوب کے محبوب سے محبت کی جائے۔ یہاں عشق مجازی اور عشق حقیقی کی راہیں جدا ہو جاتی ہیں۔ عشق مجازی میں اس کو رقابت کہا جائے گا۔ کیونکہ اس میں خودی یا نفسانیت کی رمتی باقی رہ جاتی ہے لیکن عشق حقیقی میں اس کا شائبہ تک نہیں ہوتا لہذا وہاں یہ کمال عشق کی نشانی ہے۔ اسی لئے تو فرمایا:

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني بحبيبكم الله

”کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو تو تم محبوب خدا بن جاؤ گے۔“

لہذا نتیجہ برآمد ہوا کہ رسول اللہ کا محبوب رب رسول کا محبوب ہے۔ تبھی تو ساری رسالت کا اجر حضور کے محبوبوں کی محبت کو قرار دیا گیا ہے۔ محبت و روح کوئی افسانوی چیز نہیں۔ اسلامی مسلمات میں تو ہیں ہی مگر جدید سائنس بھی ان سے انکار نہیں کر سکتی۔ چنانچہ سر آلیور لاج نے تجربات سے ثابت کیا ہے کہ جن جن اشخاص سے مرنے والے کو محبت ہوتی ہے اس کی روح کا تعلق مرنے کے بعد بھی رہتا ہے اور اس کی روح کا اثر ان لوگوں پر پڑتا ہے۔ محبت کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ایک روح دوسری روح پر اثر کرے۔ شقی القلب عرب جو ذرا ذرا سی بات پر برس با برس خونریزی کرنے کے عادی اور اپنی اولاد کو زندہ درگور کرنے پر فخر کرنے والے تھے۔ محبت سے کیسے آشنا ہو سکتے تھے۔ لہذا صرف کلمہ پڑھ لینے سے ان کی

جہلت و خصلت اور فطرت تو یکسر نہیں بدل سکتی تھی۔ ان لوگوں میں ایسا عقیدہ بہت آسانی سے پھیلایا جاسکتا تھا۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ محبت و عقیدت کی ہر رسم کو شرک و بدعت سمجھا جاتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس عقیدہ نے قوم کے تخیل اور نظریہ پر بڑا پکا اثر ڈالا جس کے نتیجے میں اسلامی تاریخ میں ایسے دل سوز سانحہ جات رونما ہوئے کہ محسن کشی و احسان فراموشی کے اس سے زیادہ ہیبت ناک مناظر کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ملتے۔ ایک خاص سیاسی مقصد اور اقتدار ارضی کے حصول کی خاطر رسولؐ معصوم کی سخت تنقیص کی گئی۔ حضورؐ کی نبوت کے دائرہ کو چھوٹا بنانے کی ناپاک کوشش، آپؐ کے اختیارات اور طاقت روحانی سے انکار، کار نبوت کا ناروا تجزیہ اور احکام پیغمبرؐ پر بے جا تنقید کر کے اللہ تعالیٰ کی سنگین نافرمانی کا ارتکاب علانیہ کیا گیا۔ حالانکہ خدا نے کئی بار دو ٹوک انداز میں تاکید تلقین فرمائی ہے کہ رسولؐ کی اطاعت کلی اور اتباع تامہ ہی دراصل خدا کی فرمانبرداری اور حب الہی کا واحد طریقہ اور وسیلہ ہے۔ اللہ نے کسی مقام پر ایسا اشارہ یا کنایہ بھی استعمال نہیں فرمایا کہ جس میں کسی امر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اختلاف کیا جائے اور اس مضمون پر ہم ابتداء میں سیر حاصل گفتگو کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ یہی سبب اوّلیٰ ہے کہ آج برائے نام مسلمانی کے سامنے غیر اسلامی مکاتب فکر کو روز افزوں مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ مسلمان ہر شعبے میں دست نگر اور فلاح ہو رہے ہیں۔ مادی وسائل کی فراوانی، افرادی قوت اور ارضی اقتدار کے باوجود مسلم دنیا رو بہ زوال ہے۔ غیر مسلموں کو ہر جہت سے مسلمانوں پر فوقیت حاصل ہے۔ حالانکہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ مومن صاحب لولاک ہوتا ہے۔ اسے دنیا کی حسنت نصیب ہوتی ہیں۔ اور آخرت میں سرخروئی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کی جائے گی تو دین و

دنیا میں سعادت مندی یعنی فلاح کو نین نصیب ہو گی۔ مگر ہم مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی حالت زار کے پیش نظریہ وعدہ خدا تادم تحریر منتظر ایفاء ہے۔ ہمارا محتاط تجزیہ یہی ہے کہ کلمہ پڑھنے والوں نے اتباع پیغمبر اور اطاعت نبی کے حکم الہی کو عملاً محتاج تعمیل رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے ہیں۔ اعمال نیک بجالانے کے باوجود ثمرات نیک ظاہر نہیں ہوتے شاید اس لئے کہ سرتابی حکم کے باعث احباط اعمال ہو جاتا ہے جس کی ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی۔

لیکن کچھ تو ضرور ہیں جنہوں نے اتباع رسول اور اطاعت پیغمبر کے حکم کو بسرو چشم مان کر عملاً اس کی تعمیل ایسی شاندار طرز کے ساتھ فرمائی کہ عاشق و معشوق کے رنگ میں یکسانیت غالب آگئی۔ مطیع و مطاع میں پہچان کرنا دشوار ہو گیا۔

ہم مثال کے طور پر ایک مطیع رسول کا اقبال نقل کر کے اپنے قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں۔ پیغمبر کا یہ قبیح اطاعت و اتباع میں ایسے درجہ معراج پر فائز ہے کہ خود مطاع کلی، سید المرسلین رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا کہ یہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں۔ میں اور یہ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں۔ میں اس کا ہوں یہ میرا ہے۔ میرا لہو اس کا لہو ہے۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے۔ اس کی محبت میری محبت ہے۔ یہ میرا نفس ہے۔ جس نے اس کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اس کا اتباع میرا اتباع ہے۔

مقام مطیع رسول

چنانچہ اپنے مربی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے کے صلہ میں اور اتباع پیغمبر کے عوضانہ میں جو انعام اس مطیع کامل کو موصول ہوا یہ ان ہی کی

زبان مبارک سے سنئے۔ یہ وہ زبان ہے جس کو ”لسان اللہ“ کے نام سے جانا گیا ہے۔ چنانچہ سید اولیاء امام المتقین، امیر المومنین مولائے کائنات مطیع سرور کائنات حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”میں نون و القلم ہوں۔ اور میں نور ہوں تاریکیوں کو روشن کرنے والا ہوں۔ میں ہی صراط مستقیم ہوں۔ میں فاروق اعظم ہوں۔ میں علم کا مخزن اور حلم کا معدن ہوں۔ میں بناء عظیم ہوں اگلے پچھلے علوم کا وارث ہوں۔ میں ستاروں کا ہیولا ہوں۔ میں اسلام کا ستون ہوں۔ بتوں کو توڑنے والا ہوں۔ شیر زرغام ہوں۔ اہل ہم و غم کا مونس ہوں۔ مجھے ہر فخر زیب دیتا ہے۔ میں صدیق اکبر ہوں۔ میں امام محشر ہوں۔ میں ساقی کوثر ہوں۔ میں صاحب علم و لواء ہوں۔ میں پوشیدہ امور کی قرار گاہ ہوں۔ میں آیات الہی کا مجمع ہوں۔ میں پریشانیوں کو رفع کرنے والا ہوں۔ میں غموں کو دور کرنے والا ہوں۔ میں کلمات الہیہ کا محافظ ہوں۔ مردے مجھے پکارتے ہیں۔ میں مشکلوں کو حل کرنے والا ہوں۔ میں شبہات کو دور کرنے والا ہوں۔ میں جنگوں کو فتح کرنے والا ہوں۔ میں صاحب معجزات ہوں۔ میں نہایت طویل جبل متین ہوں۔ میں فضیلتوں کا مصدر ہوں۔ میں قرآن کا محافظ ہوں۔ میں ایمان کی تشریح کرتا ہوں۔ میں جہنم و جنت کو تقسیم کرنے والا ہوں۔ میں اژدر سے باتیں کرنے والا ہوں۔ میں بت شکن تمام ادیان کی حقیقت ہوں۔ میں فیض کے چشموں سے ایک عظیم چشمہ ہوں۔ میں سرداروں کا سردار ہوں۔ میں شجاع لوگوں کو پست کرنے والا ہوں۔ میں شہسوار میدان شجاعت ہوں۔ میں متی کا سوال ہوں۔ اہل اتی کا مقصود و ممدوح ہوں۔ میں شدید القوی، حامل لواء حمد ہوں۔ میں تکلیفوں کا دور کرنے والا ہوں۔ میں ہر موجود شے کی انتہا ہوں۔ مجھ سے دنیا کی حفاظت ہے۔ میں جنگ کو تیز کرنے والا ہوں۔ میں باغیوں کو قتل کرنے والا ہوں۔ مجھے علم لدنی عطا کیا گیا ہے۔ میں خدا کا منتخب شدہ بندہ

ہوں۔ میں جھگڑوں کو طے کرنے والا ہوں۔ میں وحیوں کا مقام ودیعت ہوں۔ میں معدن عدل ہوں۔ میں پرہیز گاری و عصمت محض ہوں۔ میں وہ رجال الاعراف ہوں جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ میں معارف و علوم کا مخزن ہوں جنوں کو قتل کرنے والا ہوں۔ میں دین کا سردار ہوں۔ میں وہ صالح المومنین ہوں جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ میں امام المتقین ہوں۔ میں صدیقوں کا سردار ہوں۔ جبل المتین ہوں۔ دین کا عظیم ترین سردار ہوں۔ میں مومن کا صحیفہ ہوں۔ میں امام الایمن ہوں۔ میں مضبوط جوشن ہوں۔ میں دو تلواریں چلانے والا ہوں۔ میں دو نیزوں سے لڑائی لڑنے والا ہوں۔ فاتح بدر و حنین ہوں۔ میں ہم نفس رسول ہوں۔ میں شوہر فاطمہ ہوں۔ میں اللہ کی کھینچی ہوئی تلوار ہوں۔ میں بیماروں کے لئے شفا ہوں۔ مسئلوں کا حل کرنے والا ہوں۔ میں ایک وسیلہ ہوں، میں دروازوں کو اکھاڑنے والا ہوں۔ میں کفار کے گروہوں کو بھگانے والا ہوں۔ میں سردار عرب ہوں۔ میں مصائب و رنج کو دور کرنے والا ہوں۔ پیاسوں کو پانی پلانے والا ہوں۔ میں فرش رسول پر سونے والا ہوں۔ میں بڑا ہی قیمتی جوہر ہوں۔ میں باب مدینہ علم نبی ہوں۔ میں کلمہ حکمت ہوں۔ میں شریعت کا واضح کرنے والا ہوں۔ میں امانتوں کا محافظ ہوں۔ میں کفر کی جڑ اکھاڑنے والا ہوں۔ میں اماموں کا باپ ہوں۔ میں شرف و بزرگیوں کا شجر عظیم ہوں۔ میں فضائل کا معدن ہوں۔ رسالت کا جانشین ہوں۔ میں شجاعت کا منبع ہوں۔ میں رسول مختار کا وارث ہوں۔ طاہر ہوں مطہر ہوں۔ میں نور کا چراغ ہوں۔ میں تمام امور کا خلاصہ ہوں۔ میں اصلی نور کی چمک ہوں۔ میں صاحب بصیرت عظیم ہوں۔ میں علوم کا خزانہ ہوں۔ میں بنی نوع انسان کے لئے بشارت ہوں۔ میں (رسول کا) مقرر کیا ہوا شفیع محشر ہوں۔ میں بشیر و نذیر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ابن عم ہوں۔ میں سخاوت کا سرچشمہ ہوں۔ میں جنت کا آراستہ کرنے والا زیور ہوں، میں بیضتہ البلد ہوں۔

میں جہاد کی تلوار ہوں۔ میں شیر خدا ہوں۔ میں مشہود کا گواہ ہوں۔ میں ہی عہد ہوں۔
میں بخششوں کا عطا کرنے والا ہوں۔ خرابیوں کی درستگی کرنے والا ہوں۔ میں سر
الاسرار ہوں۔ میں سختیوں اور تنگیوں میں لوگوں کی فریاد کو پہنچنے والا ہوں۔ میں
جنب اللہ ہوں، میں وجہ اللہ ہوں۔“ (توضیح الدلائل از سید شہاب الدین)

اطاعت نبوی اور اتباع رسولؐ کا یہ انعام ہے کہ مطیع محبوب خدا ہو کر مظهر خدا
ہو جاتا ہے۔ جوں جوں اطاعت و اتباع میں ترقی ہوگی تو محبت کے جوہر میں آبداری
پیدا ہوگی۔ کائنات پر تصرف حاصل ہوتا جائے گا، ڈھلتا سورج اشارہ انگشت سے پلٹ
آئے گا۔ حتیٰ کہ ایک مقام یہ آجائے گا کہ مخلوق پر خالق ہونے کا شبہ ہونے لگے گا۔
قاری قرآن بن جائے گا اور محبت کے رنگ میں اتنا رنگا جائے گا کہ محب و محبوب
میں امتیاز کرنا مشکل نظر آئے گا۔ عقل محو تماشہ ہو جائے گی اور فہم و ادراک عاجز
پر مجبور ہوں گے۔

اطاعت گزار رسولؐ کی شان یہ ہے کہ جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا
مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی جنگل سے گزر رہے تھے۔ اس میں موذی درندوں
اور جانوروں کی بہتات تھی لوگ اس راستے کو بہت خطرناک سمجھتے تھے مگر آپؐ نے
حکم دیا کہ اے جنگل کے جانورو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں سلمان محمدیؐ ہوں لہذا
جنگل کو خالی کر دو۔ چنانچہ حکم پاتے ہی تمام جانوروں نے اطاعت کی اور جنگل سے نکل
گئے یوں آپؐ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بلا خوف و خطر جنگل سے گذر گئے۔

اس کے برعکس غیر اطاعت گزار لوگوں کو مادی جاہ و حشم کے باوجود حقیقی
اطمینان نصیب نہ ہوا۔ اور ان کو اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے دنیا نے یہ کہتے سنا
کہ :

”کاش میں سبز چارہ ہوتا کہ چوپائے مجھے کھا جاتے۔“

”کاش میں تنکا ہوتا۔ کاش میں کچھ نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔“

آخری وقت ایک وسیع سلطنت کے فرمانبروار نے اقرار کیا کہ :

”بخدا اگر دنیا کی ساری چیزیں جن پر سورج چمکتا ہے میری ہوتیں تو اب جو

میرے اوپر آنے والا ہے اس کے فدیہ میں ان سب اشیاء کو دے دیتا۔“

مگر مطیع رسولؐ کو جب مسجد میں سراقہ پر مملک ضرب لگی تو فرمایا فزت و

رب الکعبہ یعنی بخدا اب میں کامیاب ہو گیا۔

اسی مطیع کے ایک مطیع فرزند نے میدان کریلا میں اپنا سب کچھ لٹا کر سجدہ شکر

ادا کر کے اپنے کامیاب ہونے کی زریں سند حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ زمانے بھر نے

ان دونوں مطیعوں کو جی بھر کر خراج تحسین ادا کیا۔ اور ایک مفکر نے لاکھوں پر

بھاری بات کی کہ :

اسلام کے دامن میں اور اس کے سوا کیا ہے؟

اک ضرب ید اللہ، اک سجدہ شبیری

بے شک اسلام طاعت لامر اللہ ہے اور اسد اللہ الغالب ید اللہ امیر المومنین

علی علیہ السلام اور سید الشاہ اہل الجنۃ امام عالی مقام حسین مظلوم سلام اللہ علیہ نے

جس انداز سے اطاعت رسولؐ اور اتباع پیغمبرؐ کا عملی مظاہرہ زمانے کے سامنے پیش کیا

ہے اس کی مثال تلاش کرنا امر محال ہے۔ لہذا اگر علیؑ و حسینؑ کو الگ کر کے اسلام کو

پیش کیا جائے تو بلاشبہ اسلامی دامن خالی نظر آئے گا۔ پس حقیقی اسلام جو عالمگیری

ضابطہ حیات ہے۔ تمام مادی و روحانی مسائل کا واحد حل ہے۔ اس کے یہی دو محکم

ستون ہیں جو اطاعت نبویؐ اور اتباع رسولیؐ پر اساس رکھتے ہیں یہی حقانیت اسلام کی

اثمل دلیل ہیں۔ وما علینا الا البلاغ